

75613-وکالت کا پیشہ اختیار کرنا

سوال

میری آپ سے گزارش ہے کہ میں آپ کے سامنے ایک بڑا معاملہ پیش کر رہا ہوں اس کے متعلق فتویٰ جاری کریں، میرے سوال جیسے سوال کا جواب تو ہے لیکن میں مزید کئی امور کی وضاحت چاہتا ہوں، اس لیے آپ اس بنا پر جواب دینا ترک نہ کریں۔

میں کئی برس قبل حقوق کا بحث سے فارغ ہوا ہوں اور اب ایک وکیل کی حیثیت سے کام کر رہا ہوں، کافی میں داخلہ لیتے وقت میں دینی معاملات میں کوئی بصیرت نہیں رکھتا تھا، پھر کافی سے فارغ ہونے کے بعد مجھے اللہ کے دین کے علاوہ کوئی اور قانون نافذ کرنے کے لیے علم ہوا تو میں نے دیکھا کہ میرے ملک میں تو اکثر قوانین اللہ کی شریعت کے خلاف ہیں، اور اس کی حدود سے تجاوز کرتے ہیں۔

میر اسوال یہ ہے کہ کیا اس حالت میں میر اور وکیل کے پیشہ کو اختیار کیے رکھنا جائز ہے کیونکہ اس میں اللہ کی شریعت کے علاوہ کسی اور کے سامنے مقدمہ پیش کیا جاتا ہے؟

اور کیا وکالت کا پیشہ اختیار کرنے سے شریعت کے خلاف اور ظالم قوانین کا گناہ مجھے بھی ہو گا؟

لیکن میں آپ سے اپنے معاملہ میں فتویٰ لینے سے قبل آپ کے سامنے کچھ امور چاہے وہ صحیح ہوں یا غلط پیش کرنا چاہتا ہوں، تاکہ آپ کو معلوم ہو سکے میں میرے اندر کی سوچ کیا ہے تاکہ آپ اللہ کے حکم سے میری صحیح راہنمائی کر سکیں، میں شریعت کے خلاف قانون سے کبھی راضی نہیں، چاہے اس کے پیچے کتنی بھی امتیازی حیثیت حاصل ہو، اور وکالت کا پیشہ اختیار کرتے وقت میں حسب استطاعت اللہ تعالیٰ کی شریعت کے خلاف قوانین سے دور رہتا ہوں، اور اگر مجھے کوئی ایسا مقدمہ ملتے جس میں مجھے شریعت کے خلاف کوئی قانون استعمال کرنا پڑے تو میں اسے قبول ہی نہیں کرتا چاہے مجھے اس کا معاوضہ کتنا بھی زیادہ مل رہا ہو۔

اگر میں یہ ظالمانہ قوانین حق کے حصول کے لیے استعمال کروں نہ کہ باطل کے حصول کے لیے تو کیا میں نے غیر شرعی قوانین کے مطابق فیصلہ کرو رہا ہوں؟

مثلاً اگر میں نے ٹیکس اور جرمانوں اور سزا کے متعلق خاص قوانین کا سارا لیا جو کہ غالباً حدود اللہ کے احکام کے خلاف ہیں تاکہ میں کسی کا سلب کردہ مال واپس دلو سکوں، یا جس پر یہ قوانین لاگو کر کے اس کا مال سلب کرنے کا ارادہ ہو تو کیا پھر بھی گناہ ہو گا؟

میں نے جو امور آپ کے سامنے بیان کیے ہیں جو میرے دل میں جوش مار رہے ہیں ان کے بعد بھی وکالت کا پیشہ اختیار کرنا اور شریعت کے خلاف امور سے دور رہنا بھی اللہ تعالیٰ کی شریعت کے علاوہ کسی اور کے سامنے اپنے مقدمات پیش کرنا کھلا لے گا، صرف حقوق کے حصول کے لیے ہی وضعی قوانین کا سارا لینا بھی صحیح نہیں؟

اور کیا قانونی کتب پڑھنا اور اس پر مال خرچ کرنا وقت اور مال کا ضیاع شمار ہوتا ہے؟

اور کیا صرف یہ پڑھائی اگر فرض کریں کہ میں اس پیشہ کو نہ اپناؤں اپنے ملک میں نافذ کردہ قوانین اور نظام کو معلوم کرنے کے لیے ہو چاہے وہ شریعت کے خالف ہو یا موافق تو کیا پھر ہمی حرام ہو گئے؟

کیا اس سب کچھ کے بعد میں وکالت کا پیشہ بغیر کسی افسوس کے ترک کر دوں، اور اپنی اکثر تباہ میں جلا دوں، یا کہ اسے ایک جانبی پیزی سمجھ کر لوں اور اساسی اور بنیادی روزی کسی اور طریقے سے کماوں اور اس سے شریعت کے غیر خالف قوانین میں اپنی اور دوسرے لوگوں کی ضروریات پوری کروں، اور اپنے حقوق حاصل کریں، اپنے اوپر لا گو قوانین کو معلوم کریں تاکہ ہمیں کوئی تکلیف نہ ہو، یا پھر شرعی طور پر معتبر مصالح میں سے کوئی حقوق ہم سے نہ چھن سکیں؟

پسندیدہ جواب

اول :

اللہ تعالیٰ سے ہماری دعا ہے کہ وہ آپ کی تکلیف اور مصیبت ختم کرے اور آپ کو غم سے نجات دلائے اور آپ کو زیادہ اجر دے، آپ وکالت کا پیشہ اختیار کرنے کے متعلق بوجوچھ پوچھ رہے ہیں اس کا بیان سوال نمبر (9496) کے جواب میں گورچکا ہے۔

وکالت کا پیشہ فی ذات حرام نہیں؛ کیونکہ اس پیشہ میں اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ کے علاوہ کی تنفیذ نہیں، بلکہ یہ تمقدمہ میں وکالت اور نیابت ہے، جو کہ جائز وکالت میں شامل ہوتی ہے، لیکن وکیل کو چاہیے کہ وہ مقدمہ لڑنے سے قبل اس معاملہ کو اچھی طرح دیکھ لے کہ آیا وہ صحیح ہمی ہے یا نہیں، اور اگر وہ دعویٰ سچا ہو اور اس کا حق مسلوب ہوا ہو اور اس پر واقعہ ظلم ہوا ہو تو پھر آپ کے اس کی جانب سے مقدمہ لڑنا اور اسے اس کا حق دلانا، اور اس سے ظلم کا خاتمه کرنا جائز ہے، اور یہ نیکی و بجلائی میں تعاون میں شامل ہو گا۔

لیکن اگر وہ مقدمہ اور معاملہ ایسا ہے جس میں کسی دوسرے کا حق سلب کیا جا رہا ہو اور ان پر زیادتی ہوتی ہو تو پھر آپ کے لیے وہ مقدمہ لڑنا جائز نہیں، اور نہ ہی اس مقدمہ کی وکالت قبول کرنی جائز ہے؛ کیونکہ یہ ظلم و زیادتی اور گناہ و معصیت میں تعاون شمار ہوتا ہے۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے گناہ و معصیت معاونت کرنے والے کو گناہ و سرزائی و عیدستاتی ہوئے فرمایا ہے :

﴿ اور تم نیکی و بجلائی کے کاموں میں ایک دوسرے کا تعاون کرتے ہو اور گناہ و معصیت اور ظلم و زیادتی میں ایک دوسرے کا تعاون نہ کرو، اور اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرو، یقیناً اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والا ہے ﴾۔ المائدۃ (2).

آپ کے مزید اطمینان کے لیے ہم اس مسئلہ میں کچھ اہل علم کے فتاویٰ بات نقل کرتے ہیں :

1- شیخ عبد العزیز بن بازر جمہ اللہ سے درج ذیل سوال دریافت کیا گیا :

وکالت کا پیشہ اختیار کرنے میں شریعت اسلامیہ کا حکم کیا ہے؟

شیخ رحمہ اللہ کا جواب تھا :

”وکالت کا پیشہ اختیار کرنے میں مجھے تو کوئی حرج معلوم نہیں؛ کیونکہ یہ دعویٰ میں وکالت اور اس کا جواب ہے، جبکہ وکیل حق کا مثالاً ہی ہو، اور سب وکلاء کی طرح عمداً جھوٹ نہ بولے“

دیکھیں : فتاویٰ اسلامیہ (3) / 505.

2- شیخ صالح الغوزان حفظہ اللہ سے دریافت کیا گیا :

وکالت کے پیشہ کے متعلق آپ کی رائے کیا ہے، میں عدالت میں ان تجارتی مقدموں کی پیروی کرتا ہوں جن میں سود کا شہر ہوتا ہے؟

شیخ کا جواب تھا :

" بلاشک کسی دوسرے کی جانب سے مقدمہ میں نیابت کرنے میں کوئی حرج والی بات نہیں، لیکن مقدمہ کی نوعیت کو دیکھا جائز گا :

1- اگر تو وہ حق ہوا اور نائب تو صرف اپنے پاس پانے جانے والے حقائق پیش کرے جس میں کوئی جھوٹ اور جعل سازی اور جیلہ بازی نہ ہو، اور وہ صاحب مقدمہ کی نیابت کر رہا ہوتا کہ اس کے دعویٰ کے دلائل پیش کر سکے، یا ان کے ساتھ اس کا دفاع کرے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

2- لیکن اگر وہ معاملہ اور مقدمہ باطل ہو، یا پھر نائب اور وکیل کسی باطل چیز کے لیے لڑ رہا ہو تو یہ جائز نہیں۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہیں :

[اور آپ خیانت کرنے والوں کے حماقی نہ بنیں]۔ النساء (105).

اور ہم سب یہ جانتے ہیں کہ اگر مقدمہ اور معاملہ حق ہوا اور اس میں کسی بھی قسم کا جھوٹ اور فراؤ استعمال نہ کیا گیا ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں، خاص کر جب معاملہ والا کمزور ہوا اور اپنا دفاع نہ کر سکتا ہو، یا اپنے حق کو ثابت کرنے کے لیے دعویٰ نہ کر سکتا ہو، تو کسی اور شخص کا نائب بننا جو اس سے طاقتور ہو شرعاً جائز ہے۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا فرمان ہے :

[تو اگر وہ حق ہے وہ بے وقوف ہو یا کمزور یا وہ لکھوانے کی استطاعت نہ رکھتا ہو تو اس کا اولیٰ عدل و انصاف کے ساتھ لکھوانے]۔

تو کسی کمزور اور ضعیف شخص کا حق دلوانے کے لیے، یا پھر اس سے ظلم کو روکنے کے لیے اس کا نائب بننا ایک اچھی چیز ہے، لیکن اگر معاملہ اس کے خلاف ہو یعنی اس مقدمہ میں کسی باطل کی معاونت ہوتی ہو، یا پھر ظلم کا دفاع کیا جائے، یا کھوٹ اور جعلی دلائل پیش کیے جائیں اور وکیل یا نائب جانتا ہو کہ یہ مقدمہ اصل میں باطل ہے، اور کسی حرام کام مثلاً سود وغیرہ میں نیابت کرنی جائز نہیں۔

اس لیے کسی بھی مسلمان شخص کے لیے جائز نہیں کہ وہ کسی باطل میں نائب یا وکیل بننے، اور نہ ہی سودی معاملات میں وکالت کرنی چاہیے کیونکہ یہ سود کھانے میں معاونت ہے، اور لعنت میں شامل ہوتی ہے۔

دیکھیں : **النحوی من فتاویٰ الغوزان (3) / 288.**

دوم :

اور یہ کہ آپ ایسے ملک میں رہتے ہیں جہاں اللہ تعالیٰ کی شریعت کے مطابق فیصلے نہیں ہوتے، اور بشری قوانین کا نفاذ ہے، اس کا معنی یہ نہیں کہ وکالت کا پیشہ حرام ہے، لیکن شرط یہ ہے کہ وکالت کا پیشہ اس لیے اختیار کیا جائے کہ حق کا حصول کیا جائے، اور لوگوں سے ظلم روکا جائے، کیونکہ مظلوم شخص اپنا حق حاصل کرنے کے لیے ان بشری قوانین کے مطابق فیصلہ کروانے پر مجبور ہے، وگرنہ لوگ ایک دوسرے کو کھا جائیں، اور معاشرہ میں بد نظمی پیدا ہو جائے۔

لیکن اگر قانون نے اس کے حق سے زیادہ فیصلہ دیا تو پھر اس کے لیے زیادہ لینا حرام ہے، بلکہ وہ صرف اپنا حق لینے اور ظلم روکنے کے لیے ان قوانین کا سہارا لینے میں مظلوم کو کوئی گناہ نہیں، اور نہ ہی وکیل پر کوئی گناہ ہے جو مقدمہ میں اس کی طرف سے نیابت کر رہا ہے تاکہ ان قوانین کے مطابق فیصلہ کیا جائے، بلکہ گناہ تو اس پر ہے جس نے اللہ کی شریعت کے بدلے ان قوانین کو لا گوکیا اور لوگوں پر اسے لازم کیا اور اس کے مطابق فیصلہ کروانے کا کہا ہے۔

ابن قیم رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب "الطرق المکتبۃ" کے صفحہ نمبر (185) میں اس کی طرف اشارہ بھی کیا ہے۔

اس لیے ہم آپ کو یہ پیشہ ترک کرنے کی نصیحت نہیں کرتے، بلکہ ہم آپ کو یہ نصیحت کرتے ہیں کہ آپ یہ کام جاری رکھیں، اور ہمیشہ اپنا معيار بلند کرنے کے لیے کتابوں کا مطالعہ کریں، اور بڑے بڑے وکیلوں سے بھی تعلیم حاصل کریں، کیونکہ لوگ ایک امان تدار اور مخلص وکیل کے محتاج ہیں جو ان کے مقدمات لڑئے اور انہیں ظلم سے بچائے اور ان کے حقوق ان کو واپس دلاتے۔

لیکن آپ کا ہمیشہ مقصد یہ ہو کہ مظلوم کی مدد و نصرت اور معاونت کرنی ہے، اور اسے اس کا حق دلانا ہے، آپ کو خوشی ہونی چاہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

"جو شخص کسی مظلوم شخص کے ساتھ چلاحتی کہ اس کا حق اسے مل جائے تو اللہ تعالیٰ اس کے قدم پل صراط پر ثابت رکھے گا جس روز قدم ڈگمگا جائیگے"

اسے ابن ابی الدنیا نے روایت کیا ہے، اور علامہ البانی رحمہ اللہ نے صحیح الترغیب میں حسن قرار دیا ہے۔

واللہ اعلم۔